POSTED AT LPC Delhi RMS
ON 10-11 July 2024, R.N.I No. 2186/57

POSTAL REGN. NO. DL (C) - 01/1195/2024-26, Licensed to Post
Without Prepayment U (C) - 160/2024-26, ISSN 2456-8511

Total Pages
8

HAMARI
ZABAN
(Weekly)

ہفت روزہ
ہماری زبان
اشاعت کا 85 واں سال

Date of Publication: 09-07-2024 • Price: 5/- • 15-28 July 2024 • Issue: 27,28 • Vol:83 ۱۵تا۲۸ جولائی ۲۰۲۴ء • شمارہ: ۲۷، ۲۸ • جلد: ۸۳

صحتِ زبان (۱۶)

رؤف پاریکھ

☆ اُتّم یا اَتم؟

یہ دونوں درست ہیں کیوں کہ یہ دو الگ الگ لفظ ہیں۔ اُتّم (الف پر پیش اور تے پر تشدید زبر کے ساتھ) اصلاً سنسکرت کا لفظ ہے[1] اور وہیں سے اردو اور ہندی میں آیا ہے۔ اُتّم کے ایک معنی ہیں نہایت عمدہ، افضل، اعلیٰ۔ دوسرے معنی ہیں نسب کے لحاظ سے بہتر، شریف، نیک ہے[2] اسی لیے اردو میں کہاوت ہے اُتّم سے اُتّم ملے، ملے نیچ سے نیچ، پانی سے پانی ملے، ملے کیچ سے کیچ[3]۔ یعنی ہر شے اپنی نوع کی طرف رجوع کرتی ہے، شریف لوگ شریفوں کے ساتھ اور گھٹیا لوگ کمینوں کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اسے فارسی میں کہتے ہیں:

کُنَد ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر، باز با باز

انگریزی میں اس کی مترادف کہاوت ہے: Birds of a feather fly together۔

اردو کی ایک اور کہاوت میں بھی اُتّم کا لفظ آتا ہے اور وہ کہاوت کچھ یوں مشہور ہے: اُتّم کھیتی، مدّھم بیوپار، نِکھد نوکری، بھیک نِدان[4]۔ یعنی کھیتی باڑی اُتّم (سب سے اچھا) پیشہ ہے، بیوپار (کاروبار) اس سے مدّھم یعنی کچھ ہلکا ہے، نوکری نِکھد (بدتر) ہے اور بھیک نِدان (یعنی سب سے پیچھے) ہے۔ (مدّھم کے ایک معنی 'درمیانی' کے بھی ہیں)۔

جب کہ اَتَم (الف اور تے پر زبر) عربی کا لفظ ہے اور جان ٹی پلیٹس[5] کی لغت کے مطابق اس کے عربی املا میں میم پر تشدید ہے اگرچہ اردو میں اَتَم کے میم پر تشدید شاید ہی کوئی بولتا ہو۔ اَتَم کے ایک معنی ہیں زیادہ اور دوسرے معنی ہیں تمام، مکمل، پورا[6]۔ اسی لیے اردو میں بدرجۂ اَتَم کی ترکیب بھی مستعمل ہے، بدرجۂ اَتَم یعنی انتہائی درجے میں، مکمل طور پر، مثال کے طور پر "فلاں صاحب میں یہ صفت بدرجۂ اَتَم پائی جاتی ہے"۔

☆ بَردہ یا بُردہ؟

بَردہ (بے پر زبر) اور بُردہ (بے پر پیش) دونوں درست ہیں، دونوں فارسی کے الفاظ ہیں لیکن دونوں کا مفہوم الگ ہے۔ البتہ ان کے استعمال میں کبھی کبھی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

بُردہ (بے پر پیش) فارسی کے مصدر بُردن (بے پر پیش) سے ہے جس کا مفہوم ہے لے جانا، اُٹھا لے جانا۔ اسٹین گاس نے اپنی معروف فارسی بہ انگریزی لغت میں بُردہ کے معنی 'لے جایا ہوا' لکھے ہیں[7]۔ انھی معنوں میں 'بُرد' کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ بُردہ اور بُرد (بے پر پیش) کے ایک معنی چادر یا دھاری والی چادر بھی ہیں۔

جب کہ اسٹی گاس کے مطابق 'بَردہ' (بے پر زبر) کے معنی ہیں قیدی، جنگی قیدی۔ غلاموں یا قیدیوں کی تجارت کرنے والے کو بَردہ فروش کہتے ہیں۔ عزیز حامد مدنی کا یہ شعر تو ضرب المثل بن چکا ہے:

طلسمِ خوابِ زلیخا و دامِ بَردہ فروش
ہزار طرح کے قصے سفر میں ہوتے ہیں

اردو لغت بورڈ نے اپنی لغت میں 'بَردہ فروش' کی ترکیب درج تو کی ہے لیکن اس کی آخری سند 1923 میں تخلیق کیے گئے ایک شعر سے دی ہے۔ بورڈ کو چاہیے کہ جب اس لغت کا نظرِ ثانی و اضافہ شدہ اڈیشن تیار کرے تو عزیز حامد مدنی کی مذکورہ بالا سند کو درج کر لے۔

☆ خودکُش یا خودکَش؟

خدا کا شکر ہے کہ اب تو خودکش حملے ختم ہو گئے ہیں لیکن پہلے جب کسی خودکُش حملے کی خبر آتی تھی تو دہری اذیت ہوتی تھی، ایک تو اس اندوہ ناک خبر سے اور دوسری غلط تلفظ سے۔ خبریں پڑھنے والے اور والیاں خودکُش (کاف پر پیش) کے بجائے خودکَش (کاف پر زبر) بولا کرتے تھے۔

صحیح تلفظ 'خودکُش' (کاف پر پیش) ہے۔ 'کُش' فارسی کے مصدر کُشتن سے ہے۔ کُشتن کا مطلب ہے جان سے مارنا۔ کُش کا مطلب ہے جان سے مارنے والا۔ خودکش کے معنی ہیں خود کو مارنے والا، جو خود اپنی جان لے۔ اسی طرح جراثیم کُش (جراثیم کو مارنے والا یا والی)، کِرم کُش (کیڑے مارنے والی دوا کو کہتے ہیں)، محسن کُش وغیرہ۔ اسی سے خودکُشی (کاف پر پیش) بھی ہے اور خودکُشی کا مطلب ہوگا خود کو مارنے کا عمل۔ اسی طرح نفس کُشی، گاؤکُشی (گائے کاٹنا)، دختر کُشی (بیٹی کو قتل کرنے کی قبیح رسم) وغیرہ اس لاحقے سے بننے والے مرکبات ہیں۔

جب کہ 'کَش' (کاف پر زبر) تو فارسی کے مصدر کشیدن یعنی کھینچنا سے ہے۔ کَش (کاف پر زبر) کے معنی ہیں کھینچنے والا۔ جیسے محنت کش، کیوں کہ فارسی میں محنت کرنے کو محنت کشیدن کہتے ہیں۔ دل کش میں یہی کش ہے اور معنی ہیں دل کو کھینچنے والا یعنی حسین۔ اسی کشیدن سے سگریٹ کا کش بھی ہے کیوں کہ اس میں سانس کھینچتے ہیں۔ کش مکش (جسے ملا کر بھی یعنی کشمکش لکھا جاتا ہے) میں یہی کش ہے، کش مکش کے معنی ہیں کھینچا تانی، مخمصہ، تذبذب، شش و پنج۔ کشیدہ اور کشیدگی میں بھی یہی کش ہے۔ کشیدگی کا مطلب ہے کھنچاو، کشیدہ یعنی کھنچا ہوا۔ کشیدہ کاری میں یہی کشیدہ ہے، شاید اس لیے کہ اس میں دھاگوں کو کھینچتے ہیں۔ لمبے آدمی یعنی دراز قد کو کہتے ہیں کشیدہ قامت۔ اسی طرح کَشی بھی بطور لاحقہ کھینچنے کے مفہوم میں مستعمل ہے، جیسے: رسّا کشی، تصویر کشی، نقشہ کشی، وغیرہ۔

امید ہے اب ہمارے ٹی وی کے میزبان کَشی اور کُشی کے فرق کو ملحوظ رکھیں گے، ورنہ ہم رنجیدہ رہیں گے اور ہمارے تعلقات ان سے کشیدہ، اور یہ کشیدگی اچھی نہیں۔

☆ طَلَبہ اور طُلَباء

لفظ طالب کی جمع عربی میں طُلّاب بھی ہے اور طَلَبہ بھی۔ اردو میں شاگردوں یا طالبِ علموں یا تلامذہ (students) کے معنی میں 'طَلَبہ' مستعمل ہے۔ البتہ اردو میں جب شاگرد کے معنوں میں طالب کی جمع استعمال کی جاتی ہے تو بعض لوگ اس کا غلط تلفظ کر کے ہم جیسوں کو ذہنی خلجان میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر ایک اور لفظ ہے 'طلیب' (یعنی طلب کرنے والا) اور اس کی جمع ہے طُلَباء۔ لیکن اردو میں شاگردوں یا طالبِ علموں کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے۔ اس کا تلفظ بھی لوگ عموماً غلط کرتے ہیں۔

ایک قباحت تو یہ ہے کہ دونوں لفظوں یعنی طلبہ (طَ۔لَ۔بَ۔ہ) اور طلباء (طُ۔لَ۔ب۔ا۔ء) میں لام (ل) ساکن ہرگز نہیں ہے اور دونوں لفظوں میں لام پر زبر ہے لیکن اردو والے اکثر اسے ساکن پڑھ کر اس کے صَرفی وزن سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ...(بقیہ صفحہ 6 پر)

قارئین! اب 'ہماری زبان' کا مطالعہ انجمن ترقیِ اردو (ہند) کی ویب سائٹ www.atuh.org پر بھی کر سکتے ہیں جہاں اِسے مفت میں ڈاؤن لوڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

احمد ندیم قاسمی کی غیر مدوّن شاعری

اسد فیض

احمد ندیم قاسمی (1916-2006) افسانہ نگار ہی نہیں اعلا پایے کے شاعر بھی تھے۔اُن کی ادبی شخصیت کے کئی پہلو ایسے ہیں جس کی وجہ سے وہ اردو ادب کی تاریخ میں زندہ رہیں گے۔ان کے مقام کا فیصلہ تو مستقبل کا نقاد کرے گا کہ ادب کی کس صنف میں اُن کا کام اول درجے کا ہے البتہ اُن کی شاعری کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جہاں الفاظ اور احساسات خوب صورت نظموں میں ڈھل کر ابدیت کا روپ دھار گئے ہیں۔ مجھے اُن کی ادبی شخصیت کی شاعرانہ جہت بے حد متاثر کرتی ہے۔ اُن کی نظموں میں رومان اور حقیقت کا امتزاج ہے۔طرزِ ادا اس قدر دلکش ہے اور ایسے موزوں اور مترنم الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے کہ اشعار میں بلا کی رنگینی، ترنم ریزی اور مٹھاس پیدا ہوگئی ہے۔ابتدائی دور میں اُن کی شاعری میں سیاسی اور طبقاتی حوالوں سے جن مسائل کی نشان دہی کی گئی ہے وہ ان کی فکر کی عکاس ہے۔اس دور میں ان کے ہاں تخلیقی وفور بھی نظر آتا ہے۔یہ سن تیس یا چالیس کا زمانہ ہے۔اُس زمانے میں ان کی نظمیں اور غزلیں برِّصغیر کے اہم اور موقر ادبی جرائد میں تواتر سے اشاعت ہوتی رہیں۔اس کے ساتھ ساتھ وہ افسانے کے میدان میں بھی طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ یوں نظر آتا ہے کہ وہ اپنے خیالات کی ترسیل کے لیے غزلوں اور نظموں کی تنگ دامانی کا تدارک اپنے افسانوں میں کرتے ہیں۔

راقم نے اُن کی ابتدائی دور کی شاعری کے چند نمونے تلاش کیے ہیں جو نادر و نایاب ہیں اور اُن کے کسی شعری مجموعے یا کلیات میں بھی شامل نہیں ہیں۔اُن کی پہلی مطبوعہ شعری کاوش ماہنامہ ’کائنات‘ لاہور مطبوعہ دسمبر 1931 میں دستیاب ہوئی ہے جو کہ ایک غزل ہے اس کے ساتھ مدیر کا ایک نوٹ ’ندیم صاحب نے خوب غزل بھیجی ہے‘ بھی طبع ہوا ہے۔اس کے ساتھ انھیں تلمیذِ شاطر غزنوی لکھا ہے۔غزل کا متن درج ذیل ہے:

کعبہ ہی چاہیے نہ صنم خانہ چاہیے
مجھ کو شرابِ عشق کا پیمانہ چاہیے
مانندِ شمع کیوں ہے سراپا بیان سوز ؟
اے ننگ عشق ہمتِ پروانہ چاہیے
کیسا گلہ؟ کہاں کی شکایت؟ ستم شعار
میری وفا کو نازِ حسینانہ چاہیے
طرزِ جنوں میں کوئی ادائے خرد نہ ہو
دیوانہ ہر لحاظ سے دیوانہ چاہیے
رکھا ہے راہِ عشق میں تو نے اگر قدم
بے صبر تجھ کو ہمتِ مردانہ چاہیے
کب تک ندیم حسرتِ پا پوشی حبیب
مشتاق ہے تو جرأتِ رندانہ چاہیے[1]

(2)

یہ اُن کی ابتدائی دور کی شاعری سے متعلق ہے اور قیاس ہے کہ پندرہ برس کی عمر میں کہی گئی ہوگی۔احمد ندیم قاسمی کی ایک اور تخلیق ایک نعت شریف ’آقائے نامدار کے حضور میں‘ ہے۔ یہ نعت شریف اُس زمانے کی ہے جب وہ گورنمنٹ ایس ای کالج بہاول پور میں بی اے کے طالبِ علم تھے۔یہ اُس دور کے ایک معروف جریدے ماہنامہ ’صوفی‘ پنڈی بہاؤالدین میں شائع ہوئی۔’صوفی‘ میں اُس زمانے میں حضرت علامہ اقبالؔ اور جوشؔ ملیح آبادی کی شاعری بھی باقاعدگی سے شائع ہورہی تھی۔قاسمی صاحب کی اِن نظموں سے اُن کے ابتدائی دور کے شاعرانہ مزاج کے ساتھ اس دور کے عمومی موضوعات اور لفظیات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔اُن کی شاعری میں اس دور کے ہندستانی سماج اور سیاست کی جھلکیاں بھی دکھائی دیتی ہیں۔قاسمی صاحب نظم کے علاوہ غزل بھی لکھ رہے تھے جب کہ اُن کا پہلا افسانہ ’بدنصیب بت تراش‘ اختر شیرانی کے جریدے ’رومان‘ کے فروری 1936 کے شمارے میں شائع ہوا۔اس دور میں ’رومان‘ کے مختلف شماروں میں اُن کے لکھے ہوئے ڈرامے بھی ملتے ہیں مثلاً ’مفلس ادیب‘ ستمبر 1936، ’بگلا بھگت‘ مئی 1939۔ابتدا سے تا دمِ آخر وہ اپنے رزق کے حصول کے لیے قرطاس و قلم کے رشتے سے وابستہ رہے۔برِّصغیر میں اُن کا یہ اثاثہ بلا شبہ اردو ادب کا ایک بڑا سرمایہ ہے۔اِس سلسلے میں اُن کی ابتدائی تحریروں کو بھی جمع کیا جانا چاہیے۔ذیل میں اُن کی شاعری کے چند نایاب نمونے پیشِ خدمت ہیں:

آقائے نامدار کے حضور میں

از پیرزادہ احمد شاہ صاحب ندیم علوی۔اعوان، متعلم بی اے

اے کہ تیرے وجود سے لرزشِ بیتِ آذری
اے کہ تیرے حضور میں مٹ گئی شانِ خودسری
اے کہ تیرے جمال سے روئے جہاں چمک اٹھا
اے کہ تیرے جلال سے، اُڑ گیا سحر کافری
تیرے کمال کے گواہ، ملک سپین کے مکین
تیری ادا میں بند تھی، شانِ ہبل کی ابتری
تیرے ہی فیضِ عام سے ،دشتِ عرب بنا چمن
بندۂ سحرِ کفر کو، مل گئی شانِ بوذری
شام و عرب الٹ گئے، مصر و سپین جھک گئے
شعلۂ نور چھا گیا، برسر ملک کافری
تیرے بلال کی اذاں، گونج اٹھی جہان میں
کفر پہ اُٹھ کے چھا گیا، نورِ جبینِ حیدری
ابن ابی قحافہ نے صدق کی تیغ کھینچ کر
کفر کے بند اُڑا دیے، دیکھ تو شانِ بے پری
تیرے عمر کے عدل سے، تیرے غنی کے رحم سے
تیرے علی کے رُعب سے مٹ گیا علم بُت گری
صدق کا ابر آگیا، رحم کا نور چھا گیا
آنے سے تیرے پھٹ پڑا چشمہ مہر گستری
تیرے غلام آجکل، گیسوے کفر دیکھ کر
پھنس گئے سحرِ کفر میں، کرنے لگے ہیں آذری
سطوتیں اب نہیں رہیں ،قوتیں چھین لی گئیں
اب نہ بلال کی تڑپ اور نہ مثالِ حیدری

(3)

خالدِ باوقار بھیج، طارقِ پرُ جلال دے
سر پر ہمارے چھا گئی، ظلمتِ سحرِ کافری
پھر وہی عزم دے ہمیں، پھر وہی جوشِ عشق ہو
رکھ دے ہمارے فرق پر، تاج سرِ سکندری
تیرا ندیم آگیا، بھیک کرم کی مانگنے
احمد خوش لقا، دکھا پھر وہی شانِ دلبری[2]

درسِ ترقی

تو سجدہ گاہِ کمال ایماں ہیں گر ،سراپا نماز ہوجا
حقیقتوں کو سمیٹ لے اور جہاں میں خود اپنا راز ہوجا
بھلا تگ و تار زندگی میں حدود کی قید کس طرح ہو
اے ذرہ دشت بے قراری بکھر کے دامن دراز ہوجا
حقیقتیں مٹ چکی ہیں ساری فسانہ ہیں اگلے کارنامے
سو اپنی ملت کی زندگی کے لیے سراپا گداز ہوجا
کہیں یہ سرمایہ داریاں ہیں، کہیں ہیں مزدوروں کی نوائیں
عصائے انا الملوک لے کر جہاں کا آئینہ ساز ہوجا
طرابلس کے لہو کے صدقے، کشاکش این و آں نہ چھوڑو
نگاہِ غائر سے عالمِ کشمکش میں دانائے راز ہوجا
فسوں تہذیب مغربی میں نہاں سے انجامِ عیش و عشرت
ندیم ہنگامِ ہاو ہو سے نکل ،فدائے حجاز ہوجا[3]

روس کی آہ و زاری

(سرزمینِ روس کا خطاب شہنشاہ نپولین سے)

المدد پیرس کی غیرت مندیوں کی یادگار
المدد شاہنشہ خیبر شکن گردوں شمار
میری ویرانی کرے گی تیری شمشیروں سے پیار
میرے سینے میں ہیں خوابیدہ وہ خود سر بادشاہ
چیرتی ہے سینۂ افلاک کو جن کی نگاہ
جن کی نظروں میں بھی تھرّاتی ہے تیغِ آبدار
ماسکو کے غم کدوں کی خاک کیوں بے تاب ہے
ذرّہ ذرّہ میری آبادی کا کیوں بے خواب ہے
جھانک کر سینے میں میرے دیکھ شاہِ ذی وقار
میرے بچے سانپ ہیں اس ہاتھ کے پالے ہوئے
آتشیں بت برف کی آغوش میں ڈھالے ہوئے
بھاگ کر کیا جانے کیا پائیں گے وحشی نابکار
فتح کی تکمیل سے بیزار کیوں ہوتا ہے تو؟
آسمانی قہر پر رہ رہ کے کیوں روتا ہے تو؟

(4)

فتح کو ٹھکرا رہے ہیں کس لیے تیرے سوار ؟
اس طرح پیرس سے آنا ہی نہ تھا یوں روس میں
ظلمتیں ہنستی ہیں جلوہ باری فانوس میں
اشک غم برسا رہی ہے آج تیغِ آبدار
ان ’دلیروں کا کفن‘ ’میلا‘ نہ ہوگا حشر تک
اپنے سینے میں چھپا رکھوں گی میں ان کی چمک

میرے دل سے پوچھ لے ان کی شجاعت کا وقار
آہ لیکن تو 'بھیانک موت' سے ڈرتا ہے کیوں؟
چھوڑ کر فوجوں کو اب احساس سے لڑتا ہے کیوں
کیا یہی ہوتا ہے پیرس کے دلیروں کا شعار؟
آمرے سینے میں آکر بیٹھ جا شیرِ فرانس
کون پھر آکر نکالے گا بھلا یوں دل کی پھانس
آترے قدموں پہ کردوں اپنی وسعت کو نثار
ہچکچاہٹ سے تجھے کیا کام اے مہرِ مبیں!
میرے بچے خود بنے پھرتے ہیں مارِ آستیں
کیا خبر کب آئے گی اے بونا پارٹ! اگلی بہار[۴]

خواب یا حقیقت

یہ بھوری بدلیاں جو لڑکھڑاتی ہیں فضاؤں میں
یہ چنچل نکہتیں جو تھرتھراتی ہیں ہواؤں میں
یہ دہقانی گھروں کی سادہ و معصوم موسیقی!
(مچاتی ہے مرے دل میں مقدس دھوم موسیقی)
شفق کے خون میں ڈوبے ہوئے پربت کی خاموشی
مصفا برف کے ملبوس میں پودوں کی مدہوشی
یہ لمبے لمبے سایے اونچے اونچے دیواروں کے
یہ بل کھاتے ہوئے پتھریلے رستے کوہساروں کے
طراوت بخش کھیتوں میں یہ ننھے ننھے چرواہے
(مری رنگین فطرت اس جہاں میں اور کیا چاہے)
یہ بھیگے گھاس پر بھیڑوں کے بچوں کی حسیں نیندیں
یہ نزہت بار کیف افروز میٹھی دل نشیں نیندیں
یہ بڑ کی ٹہنیوں کا چومنا ندی کے پانی کو
(کہاں تک کوئی روکے اپنے سینے میں جوانی کو؟)
یہ مدھم ٹمٹماتی روشنی میں راگنی گانا!
فضاؤں کا بھی نا معلوم بے تابی سے تھرّانا
کسانوں کی حسیں پیشانیوں کے سحر زا جلوے
مقدس مسجدوں کے صحن میں رقت فضا جلوے
یہ چڑیوں کی قطاریں اودے اودے کوہساروں پر
بہاروں کی حسیں اٹھکھیلیاں ان لالہ زاروں پر
اگر فانی ہیں یہ جلوے تو مجکو اس کا غم کیا ہے!
مری نظروں میں اسکندر ہے کیا؟ اور جام جم کیا ہے

(5)

میں فانی منظروں کو جاودانی کر کے چھوڑوں گا
میں خوابِ زندگانی... زندگانی کر کے چھوڑوں گا[۵]

عشق

سکون اس کو ہے ممنوع اور قرار حرام
مگر اسی سے عناصر میں ہے وجودِ نظام
فلک کو چیر کے یزداں سے بات کرتا ہے
ہے اس کی آنکھ میں مستور جلوۂ اِلہام
تراشتا ہے نئے آسمان اپنے لیے
خجل ہے اپنی تباہی پہ چرخِ نیلی فام
اسے سکون کی دل بستگی نصیب نہیں
ہے اِس کے دل میں تمنا کی تیغ خوں آشام
نگاہِ کوہ پہ ڈالے تو کاہ کر ڈالے
ہے اس کی آہ میں مستور موت کا پیغام
سحر کے نور سے رہتا ہے دور دور مگر
اِسے پسند ہے خاموشی سوادِ شام
ہے اس کے شانوں پہ زندہ دلی کا پیراہن
ہر اک نگاہ میں پوشیدہ ہے بقائے دوام
خودی کا راگ لبوں پر نظر میں نورِ اُمید
ہے اِس کے راز سے مجبور فلسفوں کے امام
اُدھر سکوتِ تحیر میں ابتدا مستور
سوادِ راز میں ڈوبا ہوا اِدھر انجام
'فنا' کو دیکھ کے رہ رہ کے مسکراتا ہے
حریمِ عشق میں عاجز ہے گردشِ ایام
ہے قید و بند سے آزاد اِس کی طبعِ بلند
بچھا رکھا ہے اگرچہ فلک نے زریں دام
اِسے خبر ہے کہ اِن بندھنوں سے دور ہے عشق
دکھا رہا ہے مگر وقت اپنی تیز گام
نہاں ہے اس کی نظر میں حقیقتوں کا نور
خدا نے اُس کو دیا ہے بہت بلند مقام
لرز رہا ہے اِسے دیکھ کر تصوف بھی
لبوں پہ اس کے مچلتا ہے غازیانہ کلام
خودی کے جوش میں خود کو خدا سمجھتا ہے
تری حسین نگاہوں کو کیا سمجھتا ہے[۶]

غزل

آنسوؤں میں وسعتِ کون و مکاں دیکھا کیے
یعنی اعجاز ادائے جانستاں دیکھا کیے
کس قدر محدود ہے میرا تصور الاماں!
کتنی حسرت سے ردائے آسماں دیکھا کیے
برق بن کر تم گرے تھے خرمنِ امید پر
اور اس پر بھی تمھیں ہم مہرباں دیکھا کیے
یہ انوکھی جستجو ہے، یہ محبت ہے عجیب
تیری منزل کے لیے اپنا نشاں دیکھا کیے
قطرے قطرے میں نظر آیا ہمیں نورِ الست
ذرّے ذرّے کو جہاں میں سرگراں دیکھا کیے
سامنے منزل نظر آتی تھی لیکن ہم صفیر
راہبر کی راہ اہلِ کارواں دیکھا کیے
ہوگیا سنساں میری موت سے دشتِ جنوں
آندھیوں کے قافلے میرا نشان دیکھا کیے
عشق میں کیا سحر تھا اے مبدأ فیضِ عمیم!
میری دنیا کو ترے دونوں جہاں دیکھا کیے
اس قدر بے ربط ہے دردِ طلب کا سلسلہ
تم کہاں پنہاں رہے اور ہم کہاں دیکھا کیے
تنگیِ دل کا گلہ کرتا ہوں لیکن اے ندیم
میرے دل کی وسعتوں کو آسماں دیکھا کیے[۷]

حُسن

فسوں طراز ہے میری نگاہِ قہر نواز
مرے حضور میں دم توڑتی ہے روحِ نیاز
مرے قدم پہ جھکے ہیں ہزاروں سر ایسے
کہ جن کے ڈر سے لرزتے تھے آسمان کے راز
مری تڑپ میں ہیں پوشیدہ زلزلے لاکھوں
مری نگاہ سے پیدا ہے پتھروں میں گداز
میں روندتا ہی گیا جو مرے قریب ہوا
مجھے نہ روک سکے عشق کے نشیب و فراز
حقیقتیں بھی مرا راز کوئی پا نہ سکیں
مجھے نہ جان سکا آج تک اسیرِ مجاز
ستا ستا کے مری روح مسکراتی ہے
اُڑا رہا ہے ہنسی عشق کی مرا اعجاز
مرا فسوں نہ ہوا آج تک کبھی محدود
میں کائنات کے ہر ذرّے میں ہوں جلوہ طراز
مرا ہی سحر ابھی سو رہا ہے بھارت میں
مرے ہی نور میں ڈوبی ہوئی ہے ارضِ حجاز
مرے غلام بنے بت شکن زمانے کے
یقیں نہ ہو تو سناؤں گا داستانِ ایاز
لہو بہا کے مسرت سے گنگناتا ہوں
پہاڑ چیر کے ہنستی ہے میری تیغِ ناز
میں بے نیاز ہوں مذہب کے امتیازوں سے
قیودِ دیر و حرم سے ہے پاک میری نماز
نڈر ہوں میرے جگر میں ہے خون روحوں کا
کہ کج کلاہ ہزاروں کیے نظر انداز
بس اب نہ چھیڑ مرے ناز کو، کہ دل میرا
کبھی سرودِ فزا ہے کبھی ہے شعلہ طراز[۸]

غزل

کونپل مری امید کی مرجھائی ہوئی ہے
شاید تری دنیا میں بہار آئی ہوئی ہے
بس اس کے سوا اور مجھے کچھ نہیں معلوم
رگ رگ میں کوئی برق سی لہرائی ہوئی ہے
پردے تو اٹھے جاتے ہیں لیکن مرے ہمدم
اب جرأتِ دیدار ہی شرمائی ہوئی ہے
ساقی مجھے اُس بزم میں لایا ہے کہ جس میں
جبریل کی آواز بھی تھرّائی ہوئی ہے
کیا آپ نے پھر انجمنِ ناز سے دیکھا؟
جو چیز نظر آتی ہے گھبرائی ہوئی ہے
وہ اور مری روٹھی ہوئی قسمت کو منائیں!
مجھ سے تو مری روح بھی شرمائی ہوئی ہے[۹]

شعر کی حقیقت

یہ شعر راز ہیں ان مے فروش لمحوں کے
جھلک رہی ہے تیرے گیسوؤں میں جن کی یاد
یہ شعر راز ہیں میری اداس راتوں کے
لبوں پر آکے ترستی تھی جب مری فریاد
یہ شعر راز ہیں اُن دلنواز دھوکوں کے
کہ جن سے زیست کی رعنائیاں ہوئیں برباد
یہ شعر راز ہیں اس سر پھری جوانی کے
ہمیشہ جن کو رہی آرزوے ابر و باد
یہ شعر تارے ہیں ہمدم، اُن آسمانوں کے
جنھیں کبھی مری تخییل نے کیا ایجاد
یہ شعر میرے لہو کے وہ گرم قطرے ہیں
تپش سے جن کی دہکنے لگے کفِ صیّاد
یہ شعر روح کے انوار کا نچوڑ ہیں، دوست
انھیں کی دُھن میں مری زندگی رہی ناشاد
یہ شعر میری محبت کے چند سپنے ہیں
کروں گا جن کو کبھی دُکھ بھرے سمے میں یاد
مرے ندیم میرے شعر ہیں وہ انگارے
کہ جن کی سرخ قباؤں میں ہے تو ہی آباد[۱۰]

سپاس دوست

مجھے تو ناز ہے اے دوست اپنی ہستی پر
کہ تیرے جام کا سایہ ہے میری ہستی پر۔ (بقیہ صفحہ 7 پر)

اردو دُنیا

ہائی اسکول اور پلس ٹو کے نصاب میں حسبِ سابق اردو کو لازمی مضمون کے زمرے میں رکھا جائے

پٹنہ (20 جولائی)۔اردو ہندستان کی زبان ہے،یہیں وجود میں آئی ، یہ گنگا جمنی تہذیب و ثقافت کی علمبردار ہے، یہ بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے اور ملک کی دوسری بڑی اقلیت مسلمانوں کی مادری زبان ہے۔یہی وجہ ہے کہ اردو کو تعلیمی اداروں میں لازمی مضمون کی حیثیت سے نصابِ تعلیم میں جگہ دی گئی۔اسکول سے یونیورسٹی سطح تک حکومت کی جانب سے اس کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔اسکول کے ابتدائی درجات سے سکنڈری اور پلس ٹو کے نصاب میں اردو کو لازمی مضمون قرار دیا گیا۔مذکورہ خیالات کا اظہار آل انڈیا مومن کانفرنس کے نائب صدر ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی نے پریس ریلیز میں کیا ہے۔انھوں نے مزید کہا کہ موجودہ وقت میں محکمۂ تعلیم کے ذریعے اردو زبان کو سکنڈری اور پلس ٹو اسکولوں میں لازمی کے بجائے اختیاری مضمون کر دیا گیا ہے، نیز اساتذہ کی تقرری کے لیے منظور ضابطہ مانک منڈل سے بھی لازمی اردو ٹیچر کے عہدے کو ختم کر دیا گیا ہے،جس کی وجہ سے ابھی اردو اختیاری مضمون کے زمرے میں شامل ہوگئی ہے ۔مانک منڈل میں اردو اساتذہ کے عہدے کے لازمی نہ ہونے کی وجہ سے دیگر مضامین کے اساتذہ کی تقرری کے ساتھ اردو اساتذہ کی تقرری نہیں ہو سکے گی، جب کہ وزیرِ اعلا بہار نے اپنی تقریر میں اس کا اعلان کیا تھا کہ ہر اسکول میں لازمی طور پر اردو اساتذہ بحال کیے جائیں گے،خواہ طلبہ ہوں یا نہ ہوں، اس کے باوجود محکمۂ تعلیم نے اس کے خلاف نوٹی فکیشن جاری کر دیا ہے۔انھوں نے مزید کہا کہ محکمۂ تعلیم نے اپنے نوٹی فکیشن 799 ،مورخہ 15 مئی 2020 اور نوٹی فکیشن 1155/مورخہ 28 اگست 2020 میں اردو کو اختیاری مضمون قرار دے کر اردو زبان کی مادری اور لازمی ہونے کی حیثیت کو ختم کر دیا،جس کی وجہ سے اردو حلقے میں بے چینی رہی۔ وزیر تعلیم اور محکمے کے افسران کے ساتھ میٹنگ ہوئی،مگر وعدے کے باوجود نوٹی فکیشن میں تصحیح کا کام نہیں ہوسکا،جس کی وجہ سے ہائی اسکول اور پلس ٹو کے نصاب میں اردو زبان لازمی اور مادری کے بجائے اختیاری مضمون کے زمرے میں شامل ہوگئی۔یہ حقیقت ہے کہ جب نیچے کے درجات میں اردو پڑھنے والے نہیں رہیں گے تو کالج اور یونیورسٹی میں اردو پڑھنے والے کہاں سے آئیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے متاثر ہونے لگے ہیں، نیز اردو پڑھنے والے طلبہ و طالبات کا بھی نقصان ہو رہا ہے، اس لیے حکومتِ بہار بالخصوص وزیرِ اعلا سے اپیل ہے کہ اس جانب خصوصی توجہ دینے کی زحمت کی جائے اور مذکورہ بالا دونوں نوٹی فکیشن کی تصحیح کر کے اردو زبان کو لازمی مضمون کے زمرے میں شامل کیا جائے۔ (قومی تنظیم-پٹنہ)

اردو میڈیم اسکول میں خالی اسامیوں کو پُر کرنے کا مطالبہ

مکتھل۔(10/ جولائی) مستقر مکتھل کے گورنمنٹ پرائمری اسکول اردو میڈیم میں اساتذہ کی خالی اسامیوں پر بھرتی کا مطالبہ کرتے ہوئے طلبہ کے سرپرستوں کی جانب سے ایک تحریری یادداشت ضلع مہتمم تعلیم نارائن پیٹ کے حوالے کی گئی۔یادداشت میں تحریر کیا گیا ہے کہ تعلیمی سال کے آغاز میں اساتذہ کے ترقی اور تبادلوں سے گورنمنٹ پرائمری اسکول اردو میڈیم مکتھل میں اسامیاں خالی ہیں جس کی وجہ سے طلبہ کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے اور طلبہ دیگر میڈیم اور دیگر اسکولوں میں داخلہ لے رہے ہیں،اس لیے فی الفور خالی اسامیوں پر تقرر کی جائے۔ (اعتماد-حیدر آباد)

ایس ٹی ای ٹی اردو کا دوبارہ جوابات کی کلید جاری کرنے کا مطالبہ

پٹنہ۔(20/ جولائی) اردو ایکشن کمیٹی ، بہار کے سکریٹری ڈاکٹر انوارالہدیٰ نے ایک بیان جاری کر کے کہا ہے کہ بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ کے ذریعے گزشتہ مہینے بہار ایس ٹی ای ٹی کا امتحان لیا گیا تھا۔ایس ٹی ای ٹی اردو-اول جو کہ نویں اور دسویں درجے کے لیے ہے اور ایس ٹی ای ٹی اردو-دوم گیارہویں اور بارہویں درجے کے لیے ہے، ابھی حال میں ہی اول اور دوم دونوں کا responsive answer key جاری کیا گیا جس میں اول میں 24 سوالات کے غلط جواب درج کیے گئے ہیں جب کہ دوم میں 18 سوالات کے غلط جواب درج کیے گئے ہیں۔اس کے لیے امتحان دہندہ کو اعتراض داخل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ایک اعتراض درج کرنے کے لیے بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ کو پچاس روپے پلس بارہ روپے جی ایس ٹی کے ساتھ کل باسٹھ روپے ادا کرنا تھا۔ اعتراض داخل کرنے کی تاریخ 20 جولائی تک تھی۔جن سوالات کے جوابات غلط ہیں جیسے کہ شاد کی جائے پیدائش کہاں ہے؟ اس کا جواب responsive answer key میں غلط درج کیا گیا۔ ٹھیک اسی طرح سے اول میں 24 اور دوم میں 18 سوالات غلط درج ہیں۔ان بہت ہی معمولی قسم کی غلطیوں کا خمیازہ امتحان دہندہ کو بھگتنا پڑے گا۔ایسی صورتِ حال میں امتحان دہندگان کو اعتراض داخل کرنے کی ہمت بھی نہیں ہوگی کیوں کہ 24 سوالات کا اعتراض داخل کرنے کے لیے ان کو 1488 روپے جمع کرنے ہوں گے اور اس کے ساتھ 18 سوالات کا اعتراض داخل کرنے کے لیے 1116 روپے جمع کرنے ہوں گے۔ڈاکٹر انوارالہدیٰ نے بہار اسکول اکزامنیشن بورڈ کے ذمے داروں سے اپیل کی ہے کہ امتحان دہندگان کی مالی حالات اور مجبوریوں کو دیکھتے ہوئے اول اور دوم دونوں کے لیے ایک مرتبہ پھر سے صحیح responsive answer key جاری کی جائے اور امتحان دہندگان کے مستقبل کی حفاظت کی جائے۔ (قومی تنظیم-پٹنہ)

اردو اکادمی کی گورننگ کونسل تشکیل نہ ہونے سے اردو کی توسیع واشاعت کے تمام منصوبے معطل ہیں

نئی دہلی۔(10 جولائی) اردو اکادمی دہلی کی گورننگ کونسل کی تشکیلِ نو نہ ہونے کے سبب تمام سرگرمیاں ٹھپ پڑی ہوئی ہیں۔9 فروری 2023 کو آخری گورننگ کونسل کی مدتِ کار پوری ہونے کے بعد سے اس کی تشکیل کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔گورننگ کونسل نہ ہونے کی وجہ سے اردو خواندگی مراکز بند پڑے ہیں جس سے اردو زبان کا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔اس کے علاوہ ایوارڈز، کتابوں پر انعامات اور مالی امداد جیسے کام بھی نہیں ہو رہے ہیں۔اردو اکادمی دہلی میں متعدد مستقل اسامیاں خالی پڑی ہیں جن کو پُر کرنے کے تعلق سے بھی کوئی کام نہیں کیا جا رہا ہے۔ انیس اعظمی کے بعد سے آج تک اردو اکادمی دہلی کو ایک مستقل سکریٹری تک میسر نہیں ہوا ہے۔موجودہ سکریٹری ڈاکٹر احسن عابد اضافی چارج سنبھالے ہوئے ہیں۔وہ اردوداں آفیسر ہیں لیکن انھوں نے کبھی بھی ان خالی اسامیوں کو پُر کرنے کی طرف سنجیدہ کوشش نہیں کی۔

پروفیسر اختر الواسع نے کہا کہ اردو اکادمی کے قیام کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اگر اردو والوں کی نمائندگی اس میں نہ ہو۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ صرف اردو اکادمی نہیں بلکہ اور بھی دوسرے ادارے ایسے ہیں جن کی تشکیلِ نو نہیں کی گئی۔ یہ بہت المناک اور تشویشناک بات ہے کہ ایل جی نے اس کو اپنے وقار اور انا کا مسئلہ بنا لیا ہے اور دہلی سرکار کے مشوروں کے مطابق وہ نامزدگیاں کرنے کو تیار نہیں۔دہلی سرکار بھی اس سلسلے میں کسی لچک کا ثبوت نہیں دے رہی ہے یہ بھی افسوس کی بات ہے۔انھوں نے کہا کہ ایل جی اور دہلی سرکار دونوں کو اس معاملے کو اپنے وقار اور انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ جمہوری ملک ہونے کے ناطے افہام وتفہیم کے ذریعے اداروں کی تشکیل نو کرنی چاہیے۔سوال صرف گورننگ کونسل کی تشکیلِ نو کا نہیں ہے بلکہ اردو اکادمی میں بڑی تعداد میں اسامیاں خالی پڑی ہیں۔ یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ ان اسامیوں کو بھرا نہیں جا رہا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اردو کے لیے جو کام کرنے چاہئیں وہ اردو اکادمی نہیں کر رہی ہے۔

اردو اکادمی دہلی کی گورننگ کونسل کے سابق رکن اور سرکردہ صحافی معصوم مرادآبادی نے کہا کہ گورننگ کونسل تشکیل نہ دیے جانے کے سبب اردو زبان کی توسیع واشاعت کے تمام منصوبے معطل ہیں۔عام آدمی پارٹی کی سرکار سیاسی تنازعات کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اردو اکادمی جیسے اہم ادارے زوال پذیر ہیں۔معصوم مرادآبادی نے کہا کہ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اردو اکادمی کی طرف سے چلائے جانے والے اردو خواندگی کے مراکز بالکل بند ہو گئے ہیں جس سے اردو زبان کی ترویج واشاعت کا کام رُکا ہوا ہے۔حکومت کو فوری طور پر اردو اکادمی کی گورننگ کونسل تشکیل دینی چاہیے تاکہ اردو کا کارواں آگے بڑھ سکے۔

دہلی اردو اکادمی کے سابق وائس چیئرمین پروفیسر خالد محمود نے کہا کہ بغیر گورننگ کونسل کے اردو اکادمی کے بنیادی کام نہیں ہو سکتے۔ اتنے لمبے عرصے سے گورننگ کونسل کی تشکیل نہیں ہوئی ہے، بے حد تشویشناک ہے۔ مجھے خود اس بات کی فکر ہے لیکن صرف فکر کرنے سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ وہ لوگ جو اردو والے ہیں اور اردو کے فروغ کا جذبہ رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ وفد کی شکل میں اربابِ اقتدار سے ملاقات کریں اور ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائیں یا کم از کم ایک خط حکومت کو ضرور لکھیں کیوں کہ جب تک مجموعی طور پر کوششیں نہیں ہوں گی میں سمجھتا ہوں کام بننے والا نہیں ہے۔

اردو اکادمی دہلی کے سابق وائس چیئرمین پروفیسر شہپر رسول نے کہا کہ اردو اکادمی دہلی میں سرکاری سطح پر اردو کی نمائندگی کرنے والا ادارہ ہے، سرکار نے ہی اس کو بہت سوچ سمجھ کر بنایا تھا،لہٰذا اس کی گورننگ کونسل کی تشکیل میں تاخیر بالکل نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ اکادمی کے تمام بنیادی کام گورننگ کونسل کے توسط سے ہوتے ہیں لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ وہ جلد از جلد اس کی گورننگ کونسل کی تشکیلِ نو کی طرف دھیان دے۔ (انقلاب-دہلی)

اردو میڈیم اسکولوں کے مسائل کی یکسوئی کے لیے ریاستی وزیر پونم پربھاکر سے نمائندگی

کریم نگر (3 جولائی)۔ ریاستی وزیرِ ٹرانسپورٹ پونم پربھاکر کے کریم نگر دورے کے موقعے پر تلنگانہ اسٹیٹ اردو ٹرینڈ ٹیچرس ایسوسی ایشن کے ذمہ داران کا ایک وفد آر اینڈ بی گیسٹ ہاؤس کریم نگر میں ملاقات کرتے ہوئے اردو میڈیم کے اسکولوں کے مسائل کی یکسوئی کے لیے یادداشت پیش کی، جس میں خاص طور پر تعلیمی سال 25-2024 کے لیے جلد از جلد ودیا والینٹیر کا تقرر اور اردو میڈیم کی خالی اسامیوں کو خصوصی ڈی ایس سی کے ذریعے پُر کرنے کا مطالبہ کیا گیا جس پر ریاستی وزیر نے یادداشت پر اپنی مہر ثبت کرتے ہوئے ضلع کلکٹر کریم نگر کو ہدایت دی کہ وہ فی الفور ان مسائل کو حل کریں اور ساتھ ہی ساتھ ریاستی وزیر نے وفد کو اردو میڈیم کے تمام مسائل کو جلد از جلد حل کروانے کا تیقن دیا۔ (سیاست-حیدرآباد)

مہاتما گاندھی سنٹرل یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے قیام کے لیے وزیرِ اعلا کو میمورنڈم

ایم ایل سی قاری صہیب نے وزیرِ اعلا نتیش کمار سے مل کر اردو شعبہ قائم کرانے کی درخواست کی

پٹنہ (25 جولائی)۔ ملک کی تاریخی سرزمین بابائے قوم مہاتما گاندھی کے میدانِ عمل مشرقی چمپارن کے موتیہاری میں واقع مہاتما گاندھی سنٹرل یونیورسٹی میں بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کو نظرانداز کرنے کا معاملہ ایک بار پھر سرخیوں میں ہے۔ مورخہ 21 جولائی کو آل بہار اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن کے تنظیمی سکریٹری عزیر سالم کی قیادت میں ایک وفد ایم.ایل.سی قاری صہیب سے پٹنہ واقع ان کے سرکاری رہائش گاہ پر ملاقات کی اور مہاتما گاندھی مرکزی یونیورسٹی موتیہاری میں اب تک اردو شعبہ قائم نہیں کیے جانے پر تفصیلی بات ہوئی۔ اس حساس معاملے پر ایم.ایل.سی موصوف نے کافی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بہار ایک ایسی ریاست ہے جہاں اردو کو دوسری سرکاری زبان ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ موجودہ وزیرِ اعلا نتیش کمار اردو سے کافی دلچسپی رکھتے ہیں اس کے باوجود بہار میں اردو کے ساتھ ناانصافی کسی طرح سے برداشت کے قابل نہیں ہے۔ انھوں نے عزیر سالم اور ان کے ساتھ وفد میں شامل سبھی لوگوں کو یقین دہانی کرائی کہ ہم بہت جلد وزیرِ اعلا نتیش کمار سے ملاقات کر کے اس ناانصافی کو دور کرانے کی کوشش کریں گے۔ اپنے وعدے کے مطابق مورخہ 24 جولائی کو ایم. ایل. سی موصوف نے وزیرِ اعلا نتیش کمار سے ملاقات کر کے مذکورہ یونیورسٹی میں اردو شعبے کے قیام کے لیے میمورنڈم سونپا وزیرِ اعلا بہار نتیش کمار نے اس مسئلے کو کافی سنجیدگی سے لیتے ہوئے اے سی ایس ایس سدھارتھ کو فوری طور پر فرمان صادر کیا کہ وہ جلد از جلد یونیورسٹی کے متعلقہ ذمے داران کو مکتوب جاری کر کے یونیورسٹی میں اردو شعبے کو قائم کرنے کا مطالبہ بہار سرکار کی طرف سے کریں۔ وزیرِ اعلا بہار کے اس اقدام سے اہلِ اردو میں پھر ایک بار امید جگی ہے اور شعبۂ اردو کے قیام کے لیے ان کی نگاہیں منتظر ہیں۔ آل بہار اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن نے اس اہم اقدام پر وزیرِ اعلا نتیش کمار اور ایم۔ ایل۔ سی قاری صہیب کا شکریہ ادا کیا ہے اور امید ظاہر کیا ہے کہ وزیرِ اعلا بہار کے اس اقدام سے اردو کو ضرور انصاف ملے گا۔ (قومی تنظیم - پٹنہ)

حکیم اجمل خاں گرلس سینئر سکنڈری اردو میڈیم اسکول کا وجود ہماری لاپروائی کی وجہ سے خطرے میں: تیج لعل بھارتی

نئی دہلی (22 جولائی)۔ اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن دہلی اسٹیٹ کی ایک میٹنگ 'بچوں کا گھر' دریا گنج، نئی دہلی میں ادارہ کے چیئرمین تیج لعل بھارتی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ ممتاز گاندھی وادی رہنما اور حکیم اجمل خاں کے شیدائی تیج لعل بھارتی نے انتہائی رنج کے ساتھ مسلمانوں کی غفلت پر اظہارِ افسوس کیا۔ انھوں نے کہا کہ 90؍سال کی عمر میں گزشتہ 33؍سال سے میں بچوں کے گھر کی خدمت انجام دے رہا ہوں لیکن افسوس ہے کہ اس تاریخی ادارے کے ممبران کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے اور اس میں واقع اردو میڈیم اسکول کا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا ہے۔ البتہ یہ امر میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ میں ایک معتبر مسلم ادارہ کا چیئرمین ہوں۔ آج کے ماحول میں ہندوؤں کے لیے بھی سوچنے کا مقام ہے کہ مسلمانوں نے مجھے عزت کے ساتھ اپنے ادارے کا سربراہ بنا رکھا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ 133؍سال میں پہلی بار منتظمہ کمیٹی کے چیئرمین غیر مسلم تیج لعل بھارتی بنائے گئے ہیں۔ یہ ملک کے مسلمانوں کی فراخ دلی اور مذہبی رواداری کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کو کے گھر کی طرف دھیان دیا جائے۔ واضح ہو کہ بچوں کا گھر ایک یتیم خانہ ہے جو مسلم یتیم بچے و بچیوں کے لیے 1891 میں مسیح الملک حکیم اجمل خان نے بنوایا تھا۔ تب سے یعنی 133 سال سے یہ ادارہ قیام و طعام تعلیم اور دواؤں وغیرہ کے ساتھ ضروریاتِ زندگی پوری کرتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں بچے یہاں سے پڑھ کر زندگی میں کامیاب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس موقع پر اردو ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن کے قومی صدر ڈاکٹر سید احمد خاں نے کہا کہ ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے مہاتما گاندھی اور حکیم اجمل خاں کی راہ پر چلنا لازمی ہے۔ انھوں نے تیج لعل بھارتی اور ایڈوکیٹ مسرور صدیقی کا شکریہ ادا کیا کہ یہ لوگ 'بچوں کا گھر' آج کے نامساعد حالات میں چلا رہے ہیں، یہاں موجود اردو میڈیم اسکول کی بقا اور ترقی کے لیے ہمیں آگے آنا چاہیے۔ میٹنگ میں تیج لعل بھارتی کی تجویز کو اتفاقِ رائے سے منظور کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر ممبر سازی کی مہم چلائے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ میٹنگ کے اہم شرکا میں ڈاکٹر شکیل احمد، ڈاکٹر اطہر محمود، ڈاکٹر مرزا آصف بیگ، ایڈوکیٹ شبیہ قاضی، ڈاکٹر فہیم ملک، حکیم آفتاب عالم اور محمد عمران قنوجی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ (انقلاب - دہلی)

بہار کی دوسری سرکاری زبان اردو کا تحفظ اور فروغ سرکار کی ذمے داری: اختر الایمان

پٹنہ (24 جولائی) مجلس اتحاد المسلمین بہار کے ریاستی صدر اور امور کے رکنِ اسمبلی اختر الایمان نے ہفتے کو اسمبلی کے احاطے میں اردو سمیت اقلیتی امور سے متعلق مختلف معاملے کو اٹھاتے ہوئے اردو میں لکھے بینر کے ساتھ مظاہرہ کیا۔

اس موقع پر اختر الایمان نے کہا کہ موجودہ حکومت میں اردو ہر سطح پر نظرانداز کی جارہی ہے۔ حالاں کہ یہاں کی دوسری سرکاری زبان اردو ہے جس کا تحفظ اور فروغ حکومت کی ذمہ داری ہے، مگر یہاں اردو کا ہر معاملہ برسوں سے التوا میں رکھا گیا ہے۔ اختر الایمان نے بتایا کہ میٹرک کے نصاب میں اردو پہلے لازمی زبان/مادری زبان کی حیثیت سے شامل تھی۔ محکمۂ تعلیم نے 15 مئی 2020 کو اپنے مکتوب نمبر 1099 کے ذریعے اردو کو لازمی زبان سے ہٹا کر اختیاری میں ڈال دیا۔ چار سال سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اسے لازمی زبان میں شامل کیا جائے اور مانک منڈل میں ایک اردو ٹیچر کا اضافہ کیا جائے مگر حکومت کے کانوں پر جوں نہیں رینگ رہی ہے۔ اسی طرح اسپیشل ٹی ای ٹی اردو کے امیدواروں کو آٹھ سال سے دربدر کی ٹھوکر کھانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ معاون اردو مترجمین کی تقرری کے معاملے کو بھی چار سال سے حکومت نے لٹکا رکھا ہے اور ان کا بھی رزلٹ جاری نہیں کیا جا رہا ہے۔

ممبر اسمبلی اختر الایمان نے کہا کہ اسکولوں میں اردو کی تدریس اور روزگار کے سلسلے میں اردو امیدواروں کو حکومت مسلسل نظرانداز کر رہی ہے جس کی وجہ سے پوری اردو آبادی ذہنی اور معاشی اذیت کا شکار ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو کے فروغ کے دو بڑے ادارے بہار اردو اکادمی اور اردو مشاورتی کمیٹی کی تشکیلِ نو گزشتہ چھ برسوں سے نہیں کی گئی ہے جس کی وجہ سے بہار میں اردو کے تحفظ اور فروغ کا کام بالکل بند ہے۔ اس سے بھی اردو آبادی میں ناراضگی اور بے چینی ہے۔ امور کے رکنِ اسمبلی نے یہ بھی کہا کہ جہاں اسکولوں میں اردو کے اساتذہ نہیں ہونے کی وجہ سے دوسری سرکاری زبان اردو کی تعلیم سے اردو آبادی کے بچے محروم ہیں وہیں اردو کتابیں بھی بچوں کو دستیاب نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ اسکولوں میں اردو طلبہ و طالبات کو سوالات بھی اردو میں دستیاب نہیں کرائے جاتے ہیں، ایسی صورت میں بہار میں دوسری سرکاری زبان اردو کا مستقبل غیر یقینی بنا دیا گیا ہے۔ اختر الایمان نے سرکار سے پُرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ مانک منڈل میں ایک اردو ٹیچر کا اضافہ کر کے دوسری سرکاری زبان اردو کی تعلیم کو یقینی بنائے۔ (انقلاب - دہلی)

معروف فکشن نگار عبدالصمد کو اقبال سمان ایوارڈ

پٹنہ (10 جولائی)۔ مدھیہ پردیش حکومت نے اردو میں اپنا اعلا ترین ادبی انعام 'راشٹریہ اقبال سمان' اس بار اردو کے مشہور و ممتاز فکشن نگار جناب عبدالصمد کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ مدھیہ پردیش حکومت کے سنسکرتی محکمہ کی جانب سے دیے جانے والے اس ایوارڈ کے لیے عبدالصمد کو نامزد کیا گیا ہے۔ اس کے تحت توصیفی سند کے ساتھ ہی پانچ لاکھ روپے دیے جاتے ہیں۔ عبدالصمد کو اس سے پہلے ساہتیہ اکادمی ایوارڈ، بھارتیہ بھاشا پریشد ایوارڈ، غالب ایوارڈ، دوحہ (قطر) عالمی ادبی ایوارڈ اور بہار اردو اکادمی کے لائف اچیومنٹ ایوارڈ کے علاوہ کئی انعامات و اعزازات سے سرفراز کیا جا چکا ہے۔ عبدالصمد کے اب تک بارہ ناول اور افسانوں کے آٹھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ایوارڈ 1986-87 میں قائم کیا گیا تھا اور پہلا ایوارڈ علی سردار جعفری کو ملا تھا۔ عبدالصمد کو 2022 کا راشٹریہ اقبال سمان دیا جائے گا۔ (انقلاب - دہلی)

اردو صحافیوں کے مسائل کے حل کو یقینی بنانے کی کوشش

نظام آباد (10 جولائی) تلنگانہ اردو ورکنگ جرنلسٹس فیڈریشن ضلع نظام آباد کا ایک اہم مشاورتی اجلاس کنگ پیلیس فکشن ہال، نظام آباد میں منعقد ہوا۔ سینئر صحافی و اڈیٹر روزنامہ، نظام آباد میں مارننگ ٹائمز، اشفاق احمد خاں کی سرپرستی اور بیورو چیف، پرواز ٹی وی' محمد افضل خان کی صدارت میں منعقد اس اجلاس میں فیڈریشن کے صدر اشفاق احمد خاں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ کئی سالوں سے اردو صحافیوں کے مختلف مسائل و مطالبات حل طلب ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اردو صحافیوں کو ایکریڈیشن کارڈ کی اجرائی میں تاخیر یا عدمِ اجرائی ایک اہم مسئلہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اردو صحافیوں کے لیے ضلع انتظامیہ اور ضرورت پڑنے پر ریاستی حکومت کو متوجہ کرتے ہوئے اردو صحافیوں کے لیے ہیلتھ کارڈ، مفت بس سفر کی سہولت، ذاتی مکان یا اراضی کی منظوری، اردو صحافیوں کے بچوں کو متعلقہ تعلیمی اداروں میں 50 فیصد فیس رعایت کی منظوری و دیگر مسائل و مطالبات کی یکسوئی کو یقینی بنانے کے لیے نمائندگی کی جائے گی۔ صدر تلنگانہ اردو ورکنگ جرنلسٹس فیڈریشن ضلع نظام آباد محمد افضل خان نے کہا کہ ضلع نظام آباد کے تین حلقوں کے اردو صحافیوں کو فیڈریشن سے جوڑ کر ان کے مسائل کی ترجمانی کی جائے گی۔ ایم اے ماجد (نمائندہ راشٹریہ سہارا نظام آباد) نے کہا کہ فیڈریشن کا مقصد اردو صحافت اور اردو صحافیوں کے دیرینہ مسائل کی یکسوئی ہے۔ انھوں نے تمام مقامی اردو صحافیوں سے اپنے تعاون کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ محمد نعیم قمر (اڈیٹر عوام ٹی وی) نے کہا کہ اردو صحافت سے وابستہ تمام تنظیموں کا ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اجلاس سے یوسف الدین (نیوز اینڈ ویوز نیوز سروس) نے اردو صحافیوں کے دیرینہ مسائل و مطالبات پر روشنی ڈالی۔ اس اجلاس میں تلنگانہ اردو ورکنگ جرنلسٹ فیڈریشن نظام آباد کے دیگر ارکان ساجد اختر، محمد سیف علی، احمد علی خان، عبدالقدیر حسامی، محمد امیر الدین اور شیخ غوث کے علاوہ دیگر صحافیوں نے شرکت کی۔ (سیاست - حیدرآباد)

سخنِ افتخار
(کلیاتِ افتخار عارف)
افتخار عارف
قیمت: 1500 روپے

نئی کتابیں

تبصرے کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب : رہنمائے قواعد (دوسرا اڈیشن)
مؤلف : ڈاکٹر سلیم انور
ضخامت : 178 صفحات
قیمت : 250 روپے
ملنے کا پتا : اسد بک ڈپو 11/C یاقوت گنج، نخاس کہنہ، الہ آباد
تبصرہ نگار : ڈاکٹر ابراہیم افسر

E-mail: ibraheem.siwal@gmail.com

دورِ حاضر میں اُردو مقابلہ جاتی امتحانات کی تیاری میں مصروف طلبہ کے لیے زبان وقواعد کے سوالات کو حل کرنا کسی چیلنج سے کم نہیں۔ ڈاکٹر سلیم انور نے ایسے طلبہ جو اُردو قواعد کے سوالات کو حل کرنے میں خاصے پریشان رہتے ہیں، ان کی سہولت کے لیے 'رہنمائے قواعد' کتاب کو تالیف کیا ہے۔ اس کتاب کا پہلا اڈیشن 2022 میں منظرِ عام پر آیا تھا۔ اب کتاب کا دوسرا اڈیشن ترمیم واضافے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مختلف ریاستوں کے مقابلہ جاتی امتحانات میں قواعد سے متعلق پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات کو شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ قواعد کے اصول وضوابط کو سادہ وسلیس زبان میں سمجھایا گیا ہے۔

کتاب کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر سلیم نے یوپی ہائی اسکول، یوپی انٹرمیڈیٹ، یوپی ٹیٹ، ٹی جی ٹی و پی جی ٹی، یوپی ہائر ایجوکیشن، ایم پی ٹیٹ، ٹی جی ٹی وپی جی ٹی، بہار ٹیٹ، ٹی جی ٹی وپی جی ٹی اور نیٹ وغیرہ کے امتحانات میں پوچھے گئے سوالات ونصاب پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے۔ سلیم انور نے اپنی مولفہ کتاب میں اعراب یا حرکات و سکنات، رموز واوقاف، علمِ ہجا، مفرد، مرکب، حروفِ علت، حروفِ صحیح، حروفِ قمری، حروفِ شمسی، ہائے ملفوظی، ہائے خفی، واؤ معروف، یائے مجہول، علمِ صرف ونحو، لفظ اوراس کی قسمیں، کلمہ کی قسمیں، اسم اوراس کی قسمیں، تذکیروتانیث، واحد جمع، جمع الجمع، ضمیر اوراس کی قسمیں، صفت، فعل زمانہ کی قسمیں، سابقہ، لاحقہ، متشابہ الفاظ، تضاد، مترادف الفاظ، محاورے اور ضرب المثل وغیرہ کو مع مثال آسان زبان میں سمجھایا ہے۔

ڈاکٹر سلیم انور نے مقابلہ جاتی امتحانات میں قواعد سے متعلق پوچھے گئے سوالات مع جوابات بھی شاملِ کتاب کیے ہیں۔ ان میں علمِ بیان، تشبیہ اور اس کے ارکان، استعارہ اور اس کے ارکان، کنایہ، مجاز مرسل، حسن تعلیل، لف ونشر، لف ونشر مرتب، معکوس الترتیب، تنسیق الصفات، ترصیع، تجنیس، تجنیسِ تام، تجنیسِ ناقص وزائد، تجنیسِ خطی، تجنیسِ محرف، سیاقۃ العداد، تبلیغ، اغراق، غلو، تکرار یا تکریر، تلمیح، تلمیع، ایہام، ایہام تضاد، ایہام تناسب، مراعات النظیر، صنعتِ طباق، استدراک، براعت استہلال، توشیح، رقطاء، خیفا، ادماج، فوق النقاط، تحت النقاط، صنعت عالیہ، صنعتِ توجیہ، مکرشاعرانہ، ہجوِ ملیح، حشوِ ملیح، مزاوجت، مشاکلت اور صنعتِ عکس کو مثالوں کے ساتھ طلبہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر سلیم انور نے شعری اور نثری اصطلاحات، حمد، نعت، منقبت، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف، بیت الغزل، بیت پرکن، مسجع، مقفیٰ، قطعہ، مصرع، شعر، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع اور معشر کو بھی مع مثال کتاب میں شامل کیا ہے۔

ڈاکٹر سلیم انور نے اپنے پیش لفظ میں اس بات کی وضاحت کی کہ بہت دنوں سے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جس میں قواعد کی بنیادی باتیں اور صنائع وبدائع کا ذکر کیا گیا ہو۔ جو اکیڈمک اور مقابلہ جاتی امتحانات کے لیے مفید وکارآمد ہو۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک ادنا سی کوشش 'رہنمائے قواعد' کے نام سے وجود میں آئی۔ ☆

یہاں یہ عرض کرنا لازمی ہے کہ اس کتاب میں کئی جگہ املا کی بے قاعدگی دیکھنے میں آئی ہے۔ کتاب کی پشت پر لفظ 'لئے' اندرونی صفحات میں 'لیے' لکھا ہے۔ اسی طرح لفظ 'منہ' کو کئی جگہ 'منھ' لکھا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ اڈیشن میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے گا کہ الفاظ کے املا میں یکسانیت ہو۔

ڈاکٹر سلیم انور نے الہ آباد یونی ورسٹی سے پروفیسر شبنم حمید کے زیرِ نگرانی اُردو غزل پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ فی الوقت موصوف پٹنہ (بہار) میں انٹرمیڈیٹ کالج میں اُردو لیکچرار کے عہدے پر فائز ہیں۔ موصوف نے علمِ عروض، زبان وقواعد کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ اس سے قبل ان کی دو کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ 'رہنمائے قواعد' کی مدد سے طلبہ مقابلہ جاتی امتحانات میں قواعد سے متعلق پوچھے گئے سوالات کو بہ آسانی حل کرسکیں گے۔ امید ہے کہ یہ کتاب طلبہ کو درست زبان بولنے اور ضرب المثل اشعار کے درست استعمال میں معاون ومددگار ثابت ہوگی۔ ☆☆

بقیہ: صحتِ زباں (۱۶) (بقیہ صفحہ 1 سے آگے)

(بقیہ صفحہ 1 سے آگے)

دوسری قباحت یہ ہے کہ طَلَبہ میں تو طوے (ط) پر زبر ہے لیکن طُلَباء میں طوے (ط) پر پیش ہے۔ لیکن بھائی لوگ اس کا تلفظ اکثر 'طُل با' کرتے ہیں۔ یعنی ایک لفظ میں تلفظ کی دو غلطیاں کی جاتی ہیں اور ہم جیسے طالبِ علم اردو کے بعض اساتذہ کے منھ سے ''طُلبا'' (طُل با) یا ''طُلبہ'' (طُل با) سن کر سر پیٹ لیتے ہیں (طالبِ علموں کو تو ایسی اغلاط معاف ہیں لیکن اساتذہ کو نہیں)۔ یاد رکھیے درست تلفظ طَلَبَہ (طَ لَ بَ ہ) ہے یا طُلَباء (طُ لَ ب اء)، گویا دونوں الفاظ کے تلفظ میں لام پر زبر پڑھنا لازم ہے۔

دراصل عربی الفاظ کی جمع کے مخصوص صَرفی اوزان ہیں اور الفاظ کی جمع انہی خاص اوزان پر بنائی جاسکتی ہے۔ یاد رہے کہ صرفی وزن اور عروضی وزن (جو شاعری کی بحر میں استعمال ہوتا ہے) دو مختلف باتیں ہیں اور یہاں صِرف صَرفی وزن کی بات ہورہی ہے۔ لفظ 'طَلَبہ' دراصل ''فَعلَہ'' (فَ۔ عَ۔ لَ۔ ہ) کے وزن پر ہے[8] اوراس میں پہلے تینوں حروف پر زبر ہوتا ہے۔ اس وزن پر وَرَثہ، ظَلَمہ اور عَمَلہ جیسے الفاظ ہیں۔ وارث کی جمع ورثاء بروزنِ فعلاء بھی ہے، ظَلَمہ ظالم کی جمع ہے اور ظالم کی جمع ظُلّام بروزنِ فُعّال بھی آتی ہے۔ اسی طرح عَمَلہ عامل کی جمع ہے اور عامل کی جمع عُمّال بروزنِ فُعّال بھی ہے (لیکن اردو میں عملہ staff کے مفہوم میں واحد مستعمل ہے)۔ البتہ اردو میں عملہ کے دوسرے حرف کو بالعموم ساکن بولا جاتا ہے۔

لیکن ''طُلَباء'' کا وزن ''فُعَلاء'' (فُ۔ عَ۔ ل۔ ا۔ ء) ہے۔ اس وزن پر ادباء، شعراء، رفقاء، علماء، جہلاء، امراء، غرباء، سفراء، فقراء، خلفاء، شرفاء، وکلاء جیسے الفاظ ہیں جن کے پہلے حرف پر پیش اور دوسرے حرف پر زبر ہے[9]۔ عربی میں آخر میں ہمزہ (ء) بھی ہے لیکن اب اردو میں آخر کا یہ ہمزہ تقریباً موقوف ہوچکا ہے، تلفظ میں بھی اور تحریر میں بھی۔

دوسری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ طالبِ علموں (students) کے مفہوم میں 'طَلَبہ' کہنا کافی ہے کیوں کہ اس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں لیکن بعض لوگوں کی اس سے تسلی نہیں ہوتی لہٰذا وہ اس کے ساتھ طالبات کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں اور 'طَلَبہ وطالبات' یا 'طُلَبا و طالبات' کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔ طالب کی مونث طالِبہ (لام کے نیچے زیر) ہے اور طالِبہ کی جمع طالِبات ہے لیکن اگر طالِبات میں لام کے نیچے زیر نہ پڑھا جائے اور لام کو ساکن کردیا جائے تو تلفظ غلط ہوجاتا ہے۔

لگے ہاتھوں ایک اور مسئلے کا ذکر بھی کردیا جائے۔ یہ مسئلہ اردو املا سے متعلق ہے اور اس کا تعلق لفظ طُلَباء سے بھی ہے۔ عربی میں ''فُعَلاء'' (فُ۔ عَ۔ ل۔ ا۔ ء) کے وزن پر بنائے گئے الفاظ (مثلاً عُلَماء، طُلَباء، اُمَراء، شُعَراء، اُدَباء، وُزَراء، سُفَراء، غُرَباء، شُرَفاء، جُہلاء، وغیرہ) کے آخر میں ہمزہ (ء) لکھنا لازمی ہے کیونکہ یہ نہ صرف اس کے وزن بلکہ درست عربی تلفظ کا بھی تقاضا ہے۔ لیکن اردو میں اب ان الفاظ کے آخری جزو کا تلفظ عربی سے مختلف ہوچلا ہے اور اب کوئی بھی ان الفاظ کو اردو میں اس طرح نہیں بولتا کہ ان کے آخر میں ہمزہ (ء) کی آواز سنائی دے۔ اسی لیے کئی اہلِ علم اس بات کے حامی ہیں کہ اب ان الفاظ کے اردو املا سے بھی ہمزہ (ء) کو خارج کردینا چاہیے بلکہ اب عام طور پر اردو میں ان الفاظ کو ہمزہ کے بغیر ہی لکھا جاتا ہے۔

☆ نسل کُشی یا نسل کَشی؟

آج کل خبروں میں متواتر آرہا ہے کہ فلاں ملک میں فلاں نسلی شناخت رکھنے والوں کی نسل کُشی (کاف پر پیش) ہورہی ہے لیکن ٹی وی پر خبریں پڑھنے والے بعض 'علامہ' اس کا تلفظ 'نسل کَشی' (کاف پر زبر) کررہے ہیں جو نہ صرف مضحکہ خیز ہے بلکہ ان مظلوموں کی توہین اور ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ کاش ہمارے ٹی وی والے زبان کی اہمیت کو سمجھیں۔

کُشی (کاف پر پیش) فارسی کے مصدر کُشتن (کاف پر پیش) سے ہے اور اس کا مطلب ہے قتل کرنا، مار ڈالنا۔ گویا نسل کُشی (کاف پر پیش) کا مطلب ہوا نسل کو قتل کرنے کا عمل۔ نسل کُشی دراصل انگریزی اصطلاح genocide کا اردو مترادف ہے اور اس کے معنی ہیں کسی نسلی گروہ کا دانستہ قتلِ عام۔ بعض مرکبات جیسے خودکُشی، محسن کُشی، دُختر کُشی (بیٹیوں کو قتل کرنے کی قبیح رسم)، گاؤکُشی (گائے کاٹنے کا عمل) اور نفس کُشی (اپنے نفس کو مارنا) میں یہی کُشی (کاف پر پیش) ہے جو کُشتن (مارنا ڈالنا یا قتل کرنا) سے ہے۔

جب کہ کَشی (کاف پر زبر) فارسی کے مصدر کشیدن سے ہے اور کشیدن کے معنی کھینچنا بھی ہیں اور بڑھانا بھی۔ 'نسل کَشی' میں یہی کَشی (کاف پر زبر) ہے۔ اسی لیے نسل کَشی کے معنی ہیں نسل بڑھانے کا عمل، افزائشِ نسل۔ یہی کَشی دیگر تراکیب میں بھی آتا ہے، مثلاً دل کَشی (یعنی دل کو کھینچنے کا عمل، مراد ہے خوب صورتی)، محنت کَشی، فاقہ کَشی (فاقہ کرنا)، سرکَشی اور تصویر کَشی (تصویر کھینچنا) میں بھی یہی کَشی (کاف پر زبر) ہے۔ اندازہ کیجیے کہ زبر اور پیش کے فرق سے مفہوم کتنا بدل جاتا ہے۔

حواشی:

۱۔ Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English مرتبہ جان ٹی پلیٹس (John T. Platts)، (لندن: کراسبی لاک وڈ اینڈ سنز، 1911) (اشاعتِ اول 1884)۔
۲۔ جدید ہندی اردو لغت، جلد اول (مرتبہ نصیر احمد خان)، (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، 2005)
۳۔ جامع الامثال: اردو ضرب الامثال کا ایک جامع معجم (مرتبہ وارث سرہندی)، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان: 1986)۔
۴۔ ایضاً۔
۵۔ پلیٹس، محولۂ بالا۔
۶۔ A Comprehensive Persian-English Dictionary (مرتبہ ایف اسٹین گاس F. Steingass) لاہور: سنگ میل (2000) عکسی طباعت، اشاعتِ اول) 1892۔
۷۔ اسٹین گاس، ایضاً۔
۸۔ المنجد (عربی بہ اردو) (مترجم سعد حسن خاں یوسفی ودیگر)، (کراچی: دارالاشاعت، 1975)؛ نیز قیوم ملک، اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ (کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1979)، ص ۵۰ (اشاعتِ اول)۔
۹۔ المنجد، محولۂ بالا؛ نیز قیوم ملک، محولۂ بالا، ص 39-40۔

ڈاکٹر رؤف پاریکھ
سابق پروفیسر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی
drraufparekh@yahoo.com

بقیہ: احمد ندیم قاسمی کی غیر مدوّن شاعری

(بقیہ صفحہ 3 سے آگے)

ترے شباب سے رنگیں ہیں مری راتیں
مرے نیاز کا سرمایہ ہیں تری باتیں
مری شباب نگاری ترے لیے مشہور
مرے قلم میں کرم سے ترے ملاحتِ حور
تری جبیں کی تجلی ہے غمگسار مری
تری رہیں ہے طبعِ سخن گزار مری
ترے لبوں کی حلاوت تری نگاہ کی مے
مرے سمندِ تخیل پہ تازیانہ ہے
میں تیرے در کا پجاری تو میرا محرمِ راز
میں تیرے حسن کا نغمہ تو میرے عشق کا راز
جھکی ہوئی ہے ترے پاؤں پر جبیں میری
اسی لیے تو یہ دنیا ہے ریزہ چیں میری
اسی لیے تو وطن ہے مرا ستاروں میں
ہیں تذکرے مرے شعروں کے ماہ پاروں میں
جہانِ عشق کا تابندہ آفتاب ہوں میں
کہ تیری محفلِ عشرت میں باریاب ہوں میں
ترے حریم میں گردن جھکائے بیٹھا ہوں
خدا گواہ خدا کو بھلائے بیٹھا ہوں[11]

تماشا گاہِ عالم

تیرا جلوہ ڈوبتے سورج میں شرمایا ہوا
تیرا نغمہ موجۂ مضطر میں تھرایا ہوا
لہلہاتی کھیتوں میں سرسراتی ہے ہوا
یا زمیں والوں کو سمجھاتی ہے کچھ تیری صدا
بحرِ طوفاں خیز میں اٹھتی ہوئی لہروں کا شور
یا دکھاتا ہے تو اپنی عظمت و قدرت کا زور
اونچے اونچے کوہساروں میں ہیں یہ چشمے رواں
پتھروں سے یا تری رحمت کے ابھرے ہیں نشاں
یہ طلوعِ صبح کے آثار آتے ہیں نظر
یا دعاؤں کے لیے وا ہیں فلک کے بام و در
یہ دُھندلکے سے افق کی دھار پر چھائے ہوئے
یہ لحد کے روزنوں میں پھول مرجھائے ہوئے
جنگ کے میداں میں بسمل کی صدائے در گلو
میکدوں میں مست و بے خود ساقیانِ ماہ رو
منعموں کی عیش گاہوں میں ہر اک شے پر نکھار
مفلسوں کے جسمِ لاغر پر گلیم تار تار
ایک جانب شوکت و قوت کی چیرہ دستیاں
ایک جانب رہبرِ مذہب کی ذہنی پستیاں
ایک دل فردوس زارِ زندگی میں شاد ہے
ایک دل محوِ تماشائے عدم آباد ہے
اس قدر ہنگامے اک میرے لیے؟ پروردگار!
کیوں بھٹک جاتا ہے پھر بھی زندگی کا راہوار؟[12]

رُوحوں کی انجمن

حسین غنچوں سے اوس سرگوشیاں سی کرتی ہے جب چمن میں
مجھے تخیل پکار لیتا ہے چند روحوں کی انجمن میں
کسی کے اعضا کا لوچ نغموں کی کروٹوں سے بھی نرم و نازک
کسی کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سی اور لرزش سی تن بدن میں
کسی کی شفاف انگلیوں سے ٹپک رہے ہیں لہو کے قطرے
ہزار ہا سانپ سر چھپائے پڑے ہیں گیسوئے پرشکن میں
کسی کے گیتوں سے کائنات اک غزال بن کر تھرک رہی ہے
کوئی زمانے پہ چھا رہا ہے حسین تاروں کے پیرہن میں
کسی کے چہرے پہ یاس و امید کی کشاکش کے رنگ ظاہر
نگاہ آنکھوں میں مضطرب سی، زبان بیتاب سی دہن میں
کسی کی آنکھوں پہ آنسوؤں کا مہین مبہم سفید پردہ
کہ جیسے دوشیزہ کوئی لپٹی ہوئی پڑی ہو کہیں کفن میں
میں اس سے اکثر یہ پوچھتا ہوں کہ کون سا ہے وطن تمھارا
تو سہمی سہمی صدا میں کہتی ہے 'ہائے ہندوستاں ہمارا'[13]

خوشیوں کا دیوتا

سپنوں کو مرے بہلاتا ہوا اور کون و مکاں پر چھاتا ہوا
یہ کون تھرکتا آتا ہے کرنوں کے علم لہراتا ہوا
آنکھوں میں نیندسی چھائی ہوئی ہونٹوں پہ ہنسی سی آئی ہوئی
معصوم ستاروں کو ہلکی سی تھپکی سے چونکاتا ہوا
دل حوروں کے تڑپاتا ہوا نینوں کی رسیلی جنبش سے
گاتا ہوا دھیما سا نغمہ اور گاتے ہوئے بل کھاتا ہوا
وہ قوس قزح میں لپٹا ہوا اور ڈوبا ہوا خوشبوؤں میں
اپنی مخمور نگاہوں سے عالم پہ نشے برساتا ہوا
تاروں کو جلو میں لیتا ہوا اور چاند کو بوسے دیتا ہوا
خوشیوں کے دیے کی لَو دُکھیارے سینوں میں بھڑکاتا ہوا
مغموم اُمنگیں کیوں دل میں انگڑائیاں لے کر اٹھ بیٹھیں
جانے کیوں رُک رُک جاتا ہے ہونٹوں پہ تبسم آتا ہوا
تو اِن مد ہوش فضاؤں میں تا روزِ قیامت گاتا رہے
شاید کے تیرے گیتوں کے فسوں سے دکھیوں کا دکھ جاتا رہے[14]

حوالے و حواشی

۱۔ احمد شاہ، ندیم قاسمی، غزل، کائنات لاہور، ماہنامہ، دسمبر 1931، ص8
۲۔ پیرزادہ احمد شاہ ندیم علوی قاسمی، 'آقائے نامدارؐ کے حضور میں'، ماہنامہ 'صوفی'، پنڈی بہاء الدین، جلد نمبر 51، شمارہ نمبر 1، جنوری 1934 ص40
۳۔ ایضاً، 'درس ترقی'، صوفی، جلد نمبر 51 شمارہ نمبر 3، مارچ 1934، ص18
۴۔ ایضاً، روس کی آہ وزاری، رومان، لاہور، ماہنامہ، مارچ 1936
۵۔ ایضاً، 'خواب یا حقیقت'، رومان، لاہور، ماہنامہ، مئی 1936، ص79
۶۔ ایضاً، 'عشق'، شاہکار، لاہور، ماہنامہ، اگست 1936، ص54
۷۔ ایضاً، غزل، شاہکار، ستمبر، 1936، ص50
۸۔ ایضاً، 'حُسن'، شاہکار، اکتوبر 1936، ص42
۹۔ ایضاً، غزل، رومان، دسمبر، 1936، ص23
۱۰۔ ایضاً، 'شعر کی حقیقت'، رومان، فروری 1937، ص17
۱۱۔ ایضاً، 'سپاس دوست'، ادبی دنیا، لاہور، ماہنامہ، فروری 1938، ص339
۱۲۔ ایضاً، 'تماشا گاہِ عالم'، ادبی دنیا، اپریل 1938، ص460
۱۳۔ ایضاً، 'روحوں کی انجمن' رومان، اپریل 1938، ص51
۱۴۔ ایضاً، خوشیوں کا دیوتا، عالمگیر، لاہور، ماہنامہ، مئی 1939، جلد 30، شمارہ 6، ص13

ڈاکٹر اسد فیض
پرنسپل، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، سیکٹر F-11/3، اسلام آباد (پاکستان)
E-mail: humasar@gmail.com

ہدہدانِ ہند مر گئے ہیہات

(بقیہ صفحہ 8 سے آگے)

دوائے زخمِ نہانی کہاں سے لاؤ گے؟
جوازِ اشک فشانی کہاں سے لاؤ گے
گئے وہ چھوڑ، ہمارے جہاں کو ہم کو بھی
ہوئے جو خلدِ مکانی کہاں سے لاؤ گے
اجل کی راہ میں نقشِ قدم نہیں ملتے
جو مٹ گئی ہے نشانی کہاں سے لاؤ گے
ارے... جو بن گئے ہیں کہانی کہاں سے لاؤ گے؟
ہر ایک چیز ہے فانی کہاں سے لاؤ گے

کالی پلٹن روڈ، پل محمد خاں، ٹونک (راجستھان) 304001
موبائل نمبر: 9214826684

انجمن ترقی اردو (ہند) کی چند مطبوعات

کلّیاتِ خطباتِ شبلی	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	400/-
آزادی کے بعد کی غزل کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر بشیر بدر	500/-
اداریے (مشفق خواجہ)	محمد صابر	500/-
انور عظیم کی ادبی کائنات	فیضان الحق	700/-
بچوں کا گلدستہ (پانچ جلدیں)	غلام حیدر	2400/-
تحقیق و توازن	ڈاکٹر نریش	250/-
تحقیقی مباحث	رؤف پاریکھ	300/-
حکمِ سفر دیا تھا کیوں	شانتی ویرکول	200/-
عہدِ وسطیٰ کی ہندستانی تاریخ کے چند اہم پہلو	اقتدار عالم خاں	350/-
قدرت کا بدلا (موسم کا بدلاؤ)	سیّد ضیاء حیدر	600/-
کتابیاتِ حالی	ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد	300/-
یہ تو عشق کا ہے معاملہ	ڈاکٹر ہلال فرید	300/-
جب دیوں کے سر اُٹھے	ڈاکٹر ہلال فرید	360/-
سیر المنازل (مرزا سنگین بیگ)	شریف حسین قاسمی	600/-
محرابِ تمنا	فطرت انصاری	200/-
مکتوباتِ مولوی عبدالحق بنام مشاہیر...	میر حسین علی امام، یاسمین سلطانہ فاروقی	700/-
لفظ (کلیاتِ زہرا نگاہ)	زہرا نگاہ	500/-
In This Live Desolation (Autobiography of Akhtarul Iman)	ترجمہ: بیدار بخت	500/-
سخنِ افتخار (کلیاتِ افتخار عارف)	افتخار عارف	1500/-
گواہی (شاعری)	گوہر رضا	500/-
میری زمین کی دھوپ (ہندی)	ونود کمار ترپاٹھی بشر	400/-
کھُلا دروازہ	ڈاکٹر نریش	250/-
ٹیپو سلطان کا خواب (گریش کرناڈ)	محبوب الرحمان فاروقی	300/-
اپنی دنیا آپ پیدا کر	غلام حیدر	900/-
وقائعِ بابر	ظہیر الدین محمد بابر	1000/-
In This Poem Explanateions of Many Modern Urdu Poem (میرا جی)	بیدار بخت	600/-
میری زمین کی دھوپ	ونود کمار ترپاٹھی بشر	600/-
اُردو شاعرات اور نسائی شعور	ڈاکٹر فاطمہ حسن	330/-
مجھے اک بات کہنی ہے	شاہد کمال	400/-
انتخابِ غالب	امتیاز علی عرشی	600/-
باغِ گلِ سرخ	افتخار عارف	300/-
رفتگاں کا سراغ	سرور الہدیٰ	450/-
کلّیاتِ مصطفیٰ زیدی	سرور الہدیٰ	900/-
اے زمینِ وطن اور دیگر مضامین	ڈاکٹر نریش	225/-

طنزیہ و مزاحیہ

ہد ہدانِ ہند مر گئے ہیہات

مختار ٹونکی

صاحبو! مدتِ مدید نہیں کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ ہمیں ایک دعوت نامۂ تعزیت موصول ہوکر کاشفِ ممات ہوا جو جوں کا توں سطورِ ذیل میں پیشِ خدمت ہے:

''باسمہ تعالیٰ

مکرمی جناب........

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرات جیسا کہ آپ کو علم ہے گذشتہ چند دنوں میں ہمارے شہر کی بہت سی علمی وادبی شخصیات ہم سے رخصت ہوکر اس دارِ فانی سے دارِ برزخ میں منتقل ہوگئی ہیں۔ ان میں حال ہی میں محترمہ ڈاکٹر عارفہ سلطان صاحبہ کا اسمِ گرامی شامل ہے۔ اس سے قبل بابائے اردو راجستھان محترم ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی جن کی علمی وادبی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، جے پور میں رحلت فرما چکے ہیں اور ان سے بھی قبل محترم ڈاکٹر علامہ شمسی طہرانی صاحب ہم کو داغِ مفارقت دے گئے۔

ابھی جس وقت میں یہ سطور تحریر کر رہا تھا، خبر آئی کہ اختر شیرانی کے فرزند جناب پروفیسر مظہر محمود شیرانی بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ ان سبھی مرحومین کو عزت و اعزاز کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلا مقام عطا فرمائے۔ آمین

اس سلسلے میں ایک مختصر سی تعزیتی نشست ''انجمن محبّانِ اردو، ٹونک'' کی جانب سے نیو علی منزل محلّہ رجین، ٹونک میں بتاریخ 14 جون 2020 بروز اتوار مطابق 21 شوال المکرّم 1441ھ صبح دس بجے منعقد کی گئی ہے۔ اس نشست میں شرکت کی آپ سے پُرخلوص درخواست ہے۔

خادمِ علم وادب''

ہم یہ ظریفانہ اطلاعی دعوت نامہ دیکھ کر پہلے تو بھونچکے ہوئے اور پھر دریائے غور خوض میں ڈوب گئے... یہ تو بدیہی حقیقت ہے کہ دنیائے ناپائیدار میں چل چلاؤ کا چکر چلتا رہتا ہے اور کوئی اپنی زندگی کے دن پورے کرکے بے وقت جائے کہ بروقت جائے، اپنے پیچھے ایک خلا، چھوڑ جاتا ہے مگر کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ 'قدرِ مردم بعد مردن' کا جواز چھوڑ جاتی ہیں، 'انجمن محبانِ اردو' نے دھڑا دھڑ مرنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے تعزیت کی جو سبیل نکالی ہے واللہ وہ انوکھی ہے نرالی ہے، سوال یہ ہے کہ:

روئیے کس کس کو کس کس کا ماتم کیجیے

آپ نے اپنی حیاتِ بے ثبات میں تعزیتی یک جہتی کا ایسا عملی نمونہ کہیں دیکھا نہ سنا ہوگا۔ اجی جناب کھوپڑی گھماؤ اور عقل کے ناخن لو کہ آج کل کی مصروف زندگی میں یارانِ تیزگام کے پاس اتنی فرصت و فراغت کہاں کہ جوشِ قدح سے بزم کو چراغاں کیا جائے اور اِدھر کوئی مرے کہ اُدھر اس کی تعزیت کا جلسہ منعقد کیا جائے۔ جب اس دورِ افراتفری میں 'اجتماعی شادیاں' اعلا پیمانے پر ہو رہی ہیں اور درجنوں دولہاؤں، عروساؤں کو ایک ہی ہلے میں نکاح وبیاہ کے پلو میں باندھا جا رہا ہے تو مردوں کو کیوں نہ ایک ساتھ اظہارِ افسوس سے نوازا جائے۔ کیا ضروری ہے کہ فرداً فرداً ہر خدا گنج جانے والے کو یہ کہا جائے کہ:

کعبۂ عشق سیہ پوش ہوا تیرے بعد

اظہارِ افسوس پر ہمیں یاد آیا کہ دم نکلتے ہی مردہ محترم ہو جاتا ہے۔ اب وہ ایرا غیرا ہو کہ نتھو خیرا یا کم درجہ ہو کہ صاحبِ رتبہ اس کی تعریف وتوصیف کے پُل باندھے جاتے ہیں اور اس میں چاہے وہ خوبیاں نہ بھی رہی ہوں تب بھی مدح وستائش کے بھرپور ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔ ہمارے شعرا وادبا نے دل کھول کر اس کے ثبوت بھی بہم پہنچائے ہیں۔ اب دیکھیے نا! چاچائے اردو شاعری مرزا اسد اللہ خاں غالب میں بہت سی بشری کمزوریاں تھیں، دختِ رز کو انھوں نے منہ لگا رکھا تھا، قمار بازی بھی جم کر کرتے تھے اور کسی ڈومنی سے بھی انھوں نے لو لگا رکھی تھی۔ جب ان کی روح قفسِ عنصری سے برزخ کی طرف پرواز کر گئی اور وہ بیدم ہوکر گر پڑے تو حالتِ مردہ ارشاد ہوا کہ:

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

داغ دہلوی بھی جب کرۂ گیتی سے لڑھک گئے تو گویا ہوئے:

خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

چلیے! چھوڑیے شعرا کی بعد مردن سخنوری کو، تعزیتی جلسوں میں لے دے کے ہوتا کیا ہے۔ پہلے تو دنیائے فانی کا رونا رویا جاتا ہے کہ:

زیست کا اعتبار کیا ہے امیر
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

پھر دکھی لہجے میں کہا جاتا ہے کہ:

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

ہم نے اپنے تئیں سوچا کہ اگر تعزیتی جلسے/تقریب میں شرکت کی جائے تو سبھی مسافرانِ راہِ عدم کو یکے بعد دیگرے ملول ومحزوں ہوکر خراجِ عقیدت پیش کرنا پڑے گا اور لامحالہ مرثیہ نما نثری قصیدہ رقت بھرے لہجے میں حاضرین کو گوش گزار کرنا ہوگا۔ ارے سوچ بچار کیا ہے۔ سب سے پہلے سامعین کو یہ شعر پڑھ کر متوجہ کریں گے کہ:

اٹھ گئے دنیا سے فانی اہلِ ذوق
ایک ہم مرنے کو زندہ رہ گئے

ایک بار تو جی میں آیا کہ تعزیت وعزیمت کو گولی ماریں اور بیماری کا بہانہ بنا کر معذرت کرلیں کہ کون اس جھنجھٹ میں پڑے، بلا سے کوئی جیے کہ مرے مگر یہ سوچ بھی دل ودماغ پر حاوی ہوگئی کہ انجمن کے عہدیداران ہماری غیر حاضری سے بدظن ہو جائیں گے اور اگر خدانخواستہ جلد یا بدیر اپن بھی موت کے منہ میں چلے گئے تو یہ جھونٹے منہ بھی اس طرح یاد نہیں کریں گے یعنی کہ اگر اپنی وفات حسرتِ آیات پر تعزیتی سیٹ ریزرو کرانی ہے تو ابھی سے انھیں دانہ ڈالنا ہوگا۔ پھر خیال آیا، ذہنی ابال آیا کہ مرحومین کے لیے کیوں نہ ایک قطعہ کہہ دیا جائے کہ سند بھی رہے اور وقتِ ضرورت کام بھی آئے۔ مگر مرنے والے تو رتبہ والے لوگ ہیں اور ان کی ادبی خدمات اور کارنامہ جات بھی گونا گوں ہیں۔ دریا بہ حباب اندر کرنا بھی جوکھم کا کام ہی نہیں بلکہ ناممکن عمل ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجمن کے نام نہاد سکریٹری کو یہ سوجھی کیسے کہ ایک پنتھ چار کاج کرنے کا پروگرام بنا کے کہاوت کی بھی ایسی کی تیسی کردے۔ پھر سوچ نے سمجھایا کہ کم خرچ بالانشیں بھی تو ایک ضرب المثل ہے اور چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات بھی کہاوت کا درجہ رکھتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ انجمن کے عہدیداران کو مل جل کر مرحومین کو ایصالِ ثواب سے مستفید کرنا چاہیے تھا اور قرآن خوانی کے ذریعے ان کی ارواح کو سکونِ دائمی بخشنا چاہیے تھا مگر دنیا کے لوگوں کو دکھانا ہے کہ ہم میرِ کارواں ٹھہرے خیالات کی بہتی رو میں دماغ میں کھدبد شروع ہوگئی کہ ہد ہدانِ ہند تو مر گئے ہیہات۔ ہم وہاں پہنچ کر سب کے سامنے سوال کھڑا کردیں گے کہ:

...(بقیہ صفحہ 7 پر)

ادارے کا مضمون نگاروں کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

مدیر : اطہر فاروقی
Editor : Ather Farouqui
شریکِ مدیر : محمد عارف خاں
Joint Editor : Mohd. Arif Khan
پرنٹر پبلشر : عبدالباری
Printer Publisher : Abdul Bari
مطبوعہ : جاوید پریس، 2096، رودگراں، لال کنواں، دہلی-٦
مالک : انجمن ترقی اردو (ہند)
اردو گھر، 212، راؤز ایونیو، نئی دہلی-110002
Proprietor:
Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)
Urdu Ghar, 212-Rouse Avenue,
New Delhi-110002
قیمت : فی شمارہ: پانچ روپے، سالانہ: 200 روپے
بیرونی ممالک: آٹھ امریکن ڈالر
Subscription: (Per Issue): Rs. 5/-, Annual: 200/-
(Foreign Countries: US $ 8)
E-mail: hamarizaban.weekly@gmail.com
http://www.atuh.org,
Phones: 0091-11-23237722